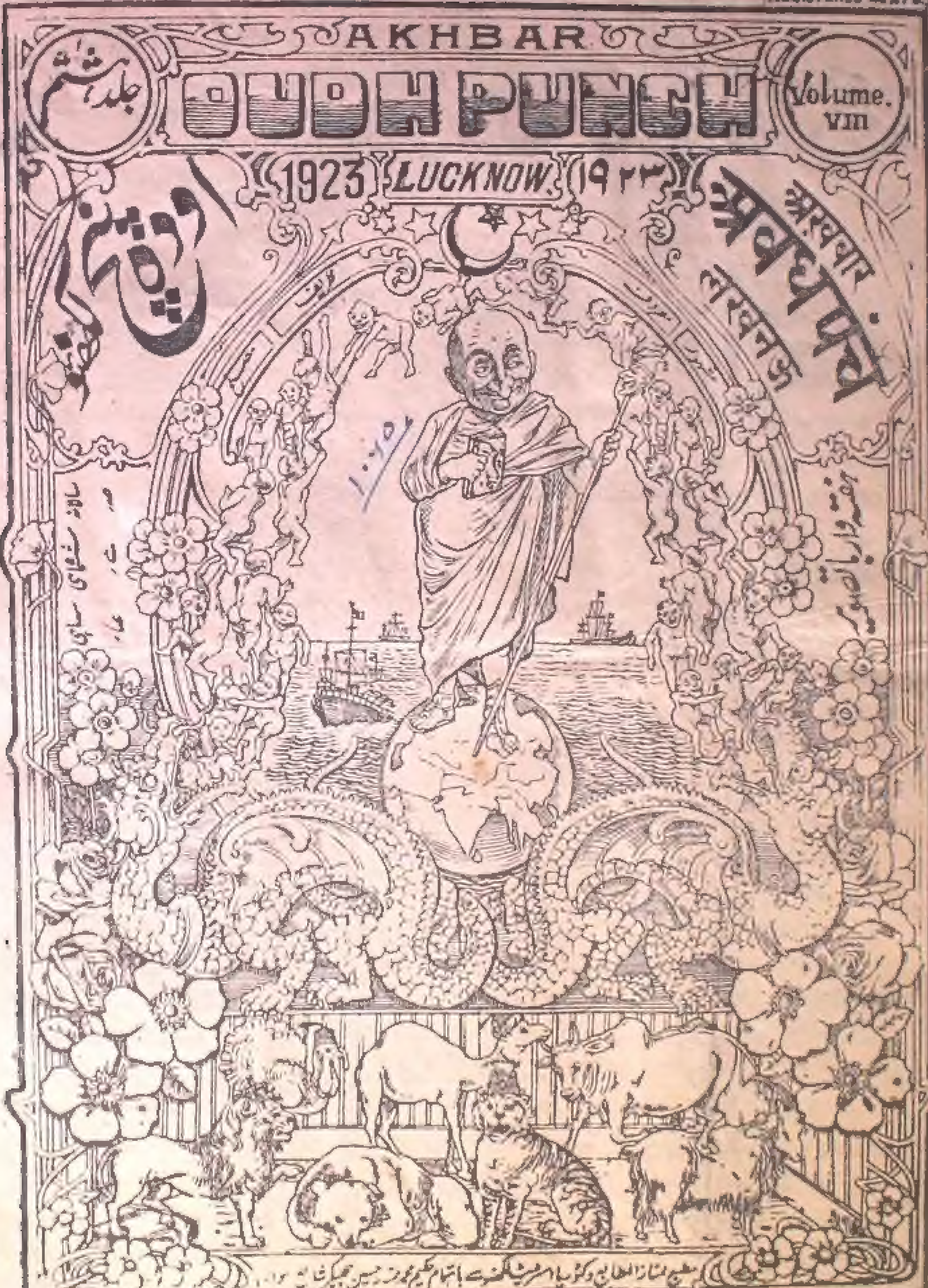


AKHBAR
OUDH PUNCH
Volume. VIII
جلد ہشتم
1923
LUCKNOW
۱۹۲۳
اودھ پنچ
अख़बार अवध पंच लखनऊ

پنچ مل خُدا - خُدا مل پنچ

جلد ۸ مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۲۳ء نمبر ۲۷

نامہ نگاران جرائد کا یہ حال ہے کہ اِدھر کسی مشہور زمانہ ساز ذات تو یہ زمانہ شناس گرگ باراں دیدہ نے شہر میں قدم رکھا اُدھر یہ حضرات جان بر تہیں (تعیین) ہو گئے کہ بتاؤ کیا حال ہے۔ مگر ہمارے ایک دوست لالہ ہری چند بھگت رام تکیہ ارحضرو۔ انکے نے اُلٹی گنگا بہائی یعنے اخبار نویس سے میاں اودھ پنچ کو امتحان کی کرسی پر لا بٹھایا چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

بخدمت جناب اڈیٹر صاحب اودھ پنچ لکھنؤ۔ تسلیم کیا ذیل کے سوالات کے جوابات اودھ پنچ کے نئے یا پرانے پرچوں میں مل سکتے ہیں اگر مل سکتے ہوں تو براہ مہربانی بواپسی ڈاک اُن کی تفصیل اور رعایتی قیمت سے مطلع فرمائیں تاکہ منگا لیے جائیں۔

(۱) کونسلوں اور میونسپلٹیوں کی ابتدا۔

(۲) ہندوؤں اور مسلمانوں کے زمانہ میں کونسلیں اور کمیٹیاں کس طرح تھیں اور ان کے ذمہ کون کون سے فرائض تھے۔

(۳) انگریزی میں کب سے کونسلیں اور کمیٹیاں ہیں ان کے مقاصد کیا ہیں اور کیا کر رہی ہیں۔

(۴) ممبر کونسل یا کمیٹی کے ذمہ پبلک کے کون سے فرائض ہو سکتے ہیں۔

(۵) ممبر کیسا ہونا چاہیے۔ ممبر کی تعلیم کن کن علوم اور کہاں تک ہونی چاہیے۔ انکے خانگی حالات کیسے ہونے چاہئیں جبکہ وہ ممبر بنے۔ ممبر میں دیگر کون سی خوبیاں ہونی چاہئیں۔

پرچہ سوالات بالا کے کسی حصہ پر روشنی ڈالیں خرید کر لیے جائیں گے اس مقصد کو حل کرنے کے لیے اگر ہندی اُردو اور انگریزی کتابوں کا پتہ مع ان کے پورے نام اور ملنے کے پتہ سے آگاہ فرمائیں مہربانی کا از حد مشکور ہوں گا۔ جواب ضروری۔ جواب کے لیے ایک آنہ کا ٹکٹ ارسال ہے۔

بات منہ تک آہی گئی تو جواب ضرور دیا جائے گا چاہے اُدھورا ہو۔ حضرت مسئلہ زیر بحث بہت بھاری ہے۔ قدیم و جدید اودھ پنچ میں سہ امضامین اس بحث پر نکل چکے ہیں۔ بلکہ شاید کوئی ہفتہ مشکل سے خالی جاتا ہوگا۔ انکے جانچ کے واسطے صرف ہے آخر تک اودھ پنچ کی ورق گردانی زری مشکل اور در پر طلب کا مہیّا۔ اب عقدہ کشائی محض اس امر پر موقوف ہے کہ ورق گردانی سے قطع نظر کی جائے اور ایک مستقل مضمون کے ذریعہ آپ کا مطلب پورا کیا جائے پرانے پرچوں کی قیمت نہ وصول ہو تو بلا سے۔

کونسلوں کا سنگ بنیاد اُسوقت رکھا گیا جب اولادِ آدم زمین پر متفرق ہوئی گروہوں اور خاندانوں میں رنج چلنے لگی۔ دانہ چارے کا مسئلہ خونریزی تک منجر ہونے لگا۔ خدا کی زمین پر انسانی دعوے داروں نے ملکیت کا انت لگایا۔ ہر فرد کو اپنے عزیزوں اور دوستوں سے مشورے کی ضرورت ہوئی۔ افسری اور ماتحتی کا درجہ مجبوراً قائم کرنا پڑا۔ جب شخصی اقتدار پر کوئی حکومت قائم تھی اُسوقت بھی کونسل تھی اب بھی کونسل ہے اور شاید ہمیشہ رہے گی۔ کونسل موم ہے جس سانچے میں ڈھالیے وہی صورت اختیار کرے گی۔ کالنئے سر کا انسان تو خیر صاحب عقل کہلاتا ہے مرغابیوں اور چیونٹیوں کی بھی کونسلیں ہوتی ہیں۔ شہد کی مکھیاں بھی ایک انتظامی کونسل رکھتی ہیں فرق اتنا ہے کہ حضرت انسان اکثر ذاتی مفاد اور اپنے تن پیٹ کی فکر میں نوعی قومی اور وطنی مفاد کو قربان کر دیتے ہیں اور یہ جانور صرف اپنے طبعی حقوق پر قناعت رکھتے ہیں اُمیدوں کا کھکوا یوں ڈل تک نہیں بڑھاتے۔ کہ آسمان کے تارے توڑنے اور مریخ میں اپنی حکومت قائم کرنے کا خیالی پلاؤ پکائیں۔ یا خدا کو خدائی تخت سے معزول کرنے کے جنون میں مبتلا ہوں اپنے لیے غیر طبعی راہوں کی ایجاد صرف حضرت انسان پر ختم ہے کسی دوسرے ذی روح کو اس دبا میں مبتلا نہیں دیکھا گیا۔ جو روش کہ خدا نے انکے لیے مقرر کی وہ کبھی انھیں پسند نہ آئی۔ قناعت اور رواداری سے ان کو کوئی واسطہ نہیں۔ مثلاً جو طریقہ توالد و تناسل کا انکے لیے فطرت نے مقرر کیا ہے ہرگز اُسپر رضامند نہیں ہیں۔ قوم لوط میں لوط نبی کا حال لکھا ہے یہ خدا کے نبی تھے ان کی اُمت نے عورتوں سے نفرت شروع کی گویا کونسل میں یہ رزولیوشن پاس ہو گیا۔ اور اپنے اس فعل کو یہانتک ترقی دی کہ مسافر مردوں کو بھی اس بدفعلی سے معاف نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ لوط کے گھر دو فرشتے مہمان آئے۔ اُمت نے لوط کا گھر گھیر لیا اور یہ مچانے لگے کہ ان دونوں خوبصورتوں کو ہمارے سپرد کرو ہم ان سے بدفعلی کرینگے۔ آخر ان فرشتوں کو غصہ آیا غصہ آنے کی بات بھی تھی ساری اُمت تباہ ہوئی۔

الغرض حضرت انسان وہ بلا سے بد ہیں کہ ہمیشہ قدرت کے قوانین پر اصلاح دینے کے واسطے مستعد و آمادہ رہتے ہیں۔ ایک داڑھی بڑھاتا ہے دوسرا منڈاتا ہے ایک پانی سے آبدست لیتا ہے دوسرا کاغذ سے پونچھتا ہے طرح طرح کے دستور اپنے لیے مقرر کرتے ہیں اُسی رواج پر قوانین بناتے ہیں پھر ان قوانین میں معدہ بل کرتے۔ ہتے ہیں شخصی اقتدار کے زمانہ میں رد و بدل محض سردار کی اختیار کے زبان ہلانے پر موقوف تھا۔ کونسل مجبور تھی کہ اُس زبان کی حرکت کا ساتھ دے اب ذری جیل محبت ہو جاتی ہے اس سبب سے شخصیت میں بٹا لگنے لگتا ہے افراد کے دماغ میں مساوات کا بھوت سما گیا ہے۔ طرفہ ماجرا یہ کہ غیروں سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے برابر ہیں تم سے کسی بات میں کم نہیں لیکن اپنے ماتحتوں کے سامنے یا اپنے عزیزوں کے ملنے والوں پر بڑائی ہانکتے اور بڑبڑوں پر تاؤ دیتے ہیں۔ معترض کہتے ہیں اے تیری

کیا حقیقت ہے۔ ایسی شئے کا ممبر ہو کے ہمارے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ کہاں راجہ بھوج کہاں گنگوا تیلی۔ آئے تیری شان اے تیری قدرت۔

اب رہیں میونسپلٹیاں ان کا وجود گئے زمانہ میں نہ تھا پرانی تاریخوں میں سڑکیں بنانے اور پل تعمیر کرنے بلکہ مسافر خانے ترتیب دینے کا کام سلطان وقت کے فرائض میں شامل تھا۔ سلاطین کے کاروبار میں عمائد کا مشورہ بسبقہ رفتار شامل ہوتا گیا اسی مقام سے اس کام نے ترقی کی صادر و وارد سے محصول وصول کرنے کا ایک محکمہ تھا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کو بھی ایک جگہ محصول ادا کرنا پڑا۔ کونسلوں کی موجودہ صورت سے پہلے میونسپلٹی صرف چنگی وصول کرنے کی خدمت سرانجام دیتی تھی۔ ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد ہی میونسپلٹی نے نئی صورت زیادہ دکھائی۔ کونسلوں کی بنیاد بھی غدر کے بعد پڑی اس زمانہ کی کونسلوں میں صرف گورا عنصر غالب تھا۔ پھر گورے رنگ نے خود ہی کلونس اختیار کی مقررین میں بس خوشامدی نے زیادہ ہاں میں ہاں ملائی اسی کو ممبر بنا لیا پنچ میں ایک حکایت لکھی ہوئی ہے صاحب اپنے ہندوستانی ملاقاتی سے کہتے ہیں "ول ہم تم کو کونسل کا ممبر بنانے سکتا"

ہندوستانی: "حضور مجھ جانتا ہے میں تو انگریزی نہیں جانتا نہ تقریر کا ڈھنگ جانتا ہوں بھلا میں کونسل میں جا کے کیا بناؤں گا"

صاحب: "او کچھ پروا کا بات نہیں۔ ہم ایسا ہی آدمی مانگتا جو بول نہیں سکے۔ گول کرنے والا بنگالی لوگ ہم نہیں مانگتا"

کونسل کے ہندوستانی ممبر زمانے کے [illegible] مزاج گو ہوتے تھے۔ یہ عادت شاہی دربار اور شاہی کونسل کی ممبری نے ان میں پیدا کر دی تھی۔ شاہی حکم کی متابعت ہر درباری کا فرض۔ کونسل سے مشورہ کی ضرورت حاکم وقت کو بہت کم ہوتی تھی۔ ہاں کسی شاہزادے یا رئیس یا باغی نے سر اٹھایا تو اس وقت اعلیٰ منصب کے لوگ طلب ہوئے اور جس کی رائے حاکم وقت نے پسند کی اسی پر عمل کیا گیا۔

اس طرح کی کونسلوں سے نہ ہندوؤں کا عہد مستثنیٰ ہے نہ مسلمانوں کا۔ وزرائے سلطنت صرف امور سلطنت کی انجام دہی کے لیے نہ تھے انہیں بادشاہ کے ذاتی امور بھی انجام دینے پڑتے تھے۔ مثلاً مشاطہ گری تمسخر اور مصاحبت نقشہ گوئی لطیفہ گوئی۔ ہزل بھی۔ البتہ العدوزرا کی صحبت میں اکثر بڑے بڑے ذی علم دبیر زمانہ شناس فحاش رہتے تھے اور یہ کونسل جماعت میں انہیں مدد دیتی تھی۔ لیکن وزرات تبدیل و معتوب ہوئی تو یہ کونسل بھی فت ربود ہو جاتی تھی۔

سوال کے پہلے اور دوسرے جزو کا جواب آپ نے سن لیا یا یک مختصر جواب ہے لیکن اپنے جزئیات پر حاوی ہے یعنی تمدنی زنجیر کا وجود اور ان قیود کا وجود ساتھ ہی ساتھ ہوا۔ اور فرائض کونسل میں سے سب فرائض کا باپ مرضی حاکم وقت کا پورا کرنا تھا۔ خواہ وہ مرضی عقل کے مقتضے سے موافق ہو یا نہ ہو۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو انگلستان جیسے انگریزی راج میں بھی جب تک شاہی مطلق العنانی کا دور رہا اسوقت تک تمام مشورہ گاہیں اور کمیٹیاں بادشاہوں کے ہاتھ میں ایک آلہ بیجان کی طرح تھیں جو بادشاہ نچانا چاہتا تھا وہی ناچتی تھیں۔ سترھویں صدی کے آغاز میں بادشاہ سلامت اپنی قوم کے بادشاہ بھی تھے سپہ سالار بھی رعایا کے محافظ حقیقی بھی۔ دین عام کے نگران بھی۔ مجرموں کے منصف بھی۔ ممالک کے مالک بھی۔ امرا کے حرکات ناشائستہ کے نگہبان یا قتاگی بھی۔ اصلاحات و قوانین کے موجد بھی۔ اگر واقعات پر نظر کیجیے تو مرضی مبارک کا دخل ہر ایک حسن و قبح میں جلوہ گر پایئے گا یعنی "ہر عیب کہ سلطان بپسندد ہنر است" مرضی مبارک اگر عالم بھر کو تباہ کرنے کا ارادہ کرے تو وہی عین قانون اور کسی کو نہیں مجال چون و چرا نہ تھی۔ ہر فعل خواہ کیسی ہی بد اخلاقی پر مبنی ہو اور مرضی مبارک نے اس پر نظر خاص سے صاد بنایا ادھر بد اخلاقی کی فہرست سے نکل کے محاسن اخلاق کے ذیل میں شامل ہو گیا قوانین کے ایجاد میں عقلا کے مشورے اور عدالت کے اصول کو چنداں دخل نہ تھا۔ ان خدائی اختیارات کو ضرور عروج ہوتا اگر ہسپانی آف ایلیس انگلستانی ذہنیت اور شاہی حقوق کو ملکی حقوق سے جدا کرنے کی سعی نہ کرتی۔ انگلستان میں تین طبقے کے لوگ تھے۔ مذہبی پیشوا۔ امرا۔ اور عوام طبقہ عوام امیروں اور مذہبی پیشواؤں کا تختہ مشق تھا مشکل سے کوئی زمانہ ایسا گزرا ہے گا جس میں عوام کو امرا کے ہاتھوں یا بادشاہ کی مطلق العنانی کے سبب سے شکایتیں نہ پیدا ہوئی ہوں۔ بیچارے روپیہ زمین کی کے پانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے لہذا ضرورت زمانہ نے ان کو گروہ بندی پر مجبور کیا اور گروہ بندی نے ہر طبقے میں مختلف کمیٹیاں پیدا کر دیں شورش کا ابال بجھانے کے لیے ان کمیٹیوں کو شاہی دربار میں جسے باصطلاح حال پارلیمنٹ کہنا چاہیے ممبروں کے انتخاب کا حق دیا گیا یہ طریقہ درس سے اخذ کیا گیا جہاں قومی سلطنت کا رواج پہلے ہی سے تھا یعنی ایک یا چند خود مختار ہستیوں کو اپنے اوپر مطلق العنان حاکم بنا لینا اور سیاہ و سفید کا اختیار انکے ہاتھ میں سپرد کر کے بیٹھ رہنا۔ اس طرح مصاحبین کی فہرست میں قومی نائب اور وکلا بھی شامل ہو گئے جو انتخاب بہ حیثیت جمہوریت عوام کی ترجمانیت لازم کی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر ممبر صاحب بھی دربار کی ہوا سے متاثر ہونے لگے۔ یہ ممبر صاحبان عوام کے ساتھ جو برتاؤ کرتے تھے اسکا مرقع مصلح قوم مشہور ماہر و کلام افسانہ نگار مسٹر رینالڈ نے اپنے افسانوں میں خوب کھینچا ہے۔ آخر حقوق ملکی و حقوق شاہی کے باہمیوں میں زور شور کی ٹکریں چلنے لگیں ہر جگہ خانہ جنگی ہر گھر میں فساد فساد کی بڑی جڑ یہ تھی کہ عوام کو خائن یا مجرم افسروں سے باز پرس و قصاص کا حق ملنا چاہیے چنانچہ پارلیمنٹ کے طفیل ۔۔۔ء میں یہ اختیار علمی طور پر نہیں کاغذی قانون کے طور پر حاصل

ہوگیا جبکہ بلیک پرنس نے اپنے بھائی جان آف گھنیٹ کو پارلیمنٹ سے گردن پکڑ کے نکال دیا۔ ہم پہلے اس اختیار کو عملی اختیار نہیں کہتے ہیں کہ عقلا کی طرف سے شاہی اختیارات میں کتر بیونت کرنے اور اُن کو محدود کرنے کا سلسلہ جیسا بھی قوت دیجا۔ بادشاہ کی نسبت یہ عام اعتقاد تھا کہ وہ برحق ہے اسکے جتنے کام ناحق ہیں وہ سب حق ہیں وہ ایک معصوم ہے جائز الخطا نہیں وہ حاضر و ناظر ہے سرولیم بلیک سٹون فرماتے ہیں کہ اختیار شاہی غیرفانی ہیں۔ مسٹر بیگھوٹ کی کتاب دی انگلش انسٹی ٹیوشن دیکھیے خوشامد خوروں نے بادشاہ کی انسانی ہستی کو قادر مطلق کی ہستی تک سے دو چار انگل بڑھا رکھا ہے کم نہیں رہنے دیا۔ آخر اس جد و جہد نے جمہور اور پبلک کو مجبور کردیا یعنی ایسے قوانین ایجاد ہونے لگے جن سے حقوق شاہی بھی برقرار رہے اور بادشاہ سلامت کے ہاتھ پاؤں بھی بندھ گئے۔ کوٹھی کوٹھار گھر بار سب تمہارا مگر ہاتھ نہ لگانا۔ آج کیا ہے بل آف رائٹس یعنی قانون حقوق پاس ہوتا ہے کل سٹلمنٹ ایکٹ۔ ایک مجلس بھی جس کا نام بورڈ آف گرین کلاتھ رکھا گیا۔ رائل میرج ایکٹ نافذ ہوا یعنی شاہی ازدواج بھی مطلق العنان نہ رہے۔ بادشاہی مذہب بھی معین کر دیا گیا یعنی خیالات بھی گرفتار بسلسل اور خاندان بھی مخصوص کر دیا گیا صرف اسقدر شاہی علامت رہ گئی کہ انکی ذات کچہری کی حاضری سے اور ٹیکس سے مستثنیٰ ہے مواخذات سے مستثنیٰ ہے۔ بادشاہ سے اگر کوئی خلاف قانون امر سرزد ہو تو کچھ نہیں لیکن اگر بادشاہ اپنے ملازم خاص کو حکم دے کہ فلاں شخص کو مار ڈالو اور ملازم تعمیل کرے تو وہ ملازم مجرم اور قابل سزا ہوگا۔ مسٹر سموئیل پفنڈرف کی کتاب دی لا آف نیچر اینڈ نیشنز کے دیکھنے سے شاہی جبر و اختیار کا ایک عجیب غریب نقشہ نظر آتا ہے۔ اور اس عقیدہ کو تقسیم میں جانتے کے سبب جو کارروائیاں کی گئیں جانشینیں بنائی گئیں کام کی تقسیم کی گئی دربار میں قائم ہوئیں انکا بھی اجمالی حال معلوم ہوجاتا ہے بہرحال کورٹ وکٹوریا کے ابتدائی زمانہ سے کے حال تک دارالعوام کا حلقہ اختیار وسیع ہوگیا کہ شاہی اختیار و دارالامرا کا اقتدار برائے نام رہ گیا۔

سطور بالا سے آپکو کمیشنوں کونسلوں اور گروہوں کے قیام کی اصلی وجہ معلوم ہوگئی ہوگی اور یہ بھی کہ ان پنچوں نے کیونکر ترقی کی مقاصد کا حصہ اگر دیہوں کا شمار اعمال کا احاطہ کا تبان نامہ عمل جانتے ہونگے ان میں تمام علامات و آثار انسانی ہیں کھانے پینے سونے جاگنے اور بچہ جننے کے علاوہ "آپ زندہ جان زندہ۔ اپنا تن تانہ اور فقند رساجہ" کی فکر میں شبانہ روز بسر کرتی ہیں۔ ایک فقیر شب کو صدا لگاتا تھا "اجی گھر آباد ہے" پھر خود ہی دھیمی آواز میں کہتا تھا "میرا" (زور سے پکے جہیں) (آہستہ سے) "میرے" (آواز بلند ترقی ہو) (آہستہ) "میری" (چیخ کے) "پھر دار بڑھے" (آرسان سے) "میرا" "دعا قبول ہو" "میری" "دعوت ہو" "مجھکو" یہی ان جتھوں کا بھی حال ہے زراعت تجارت، صنعت و حرفت ملازمت تہذیب معاشرت علم کا نام لیا جاتا ہے کہ ترجیح کے لیا جاتا ہے دنیا کہتی ہے کہ بے غرض و بے نیاز ان پر ختم ہے۔ خلق خدا کے دعا گو خیرخواہ نیک اندیش اگر دوسرے نہیں ہیں تو یہ۔ مگر نتیجہ "میرا میرے میری مجھکو نکلتا ہے" اگر کسی غیر نے زیر لب میرا میری کا کلمہ سن لیا اور کچھ ہنگامہ بپا یا اقرار یہ بند کی سختی و درشتی تحقیقاتی کمیشنوں کی سیال تیزی کے ساتھ ہوکے تو ختم کردی گئی ورنہ بے مانگے تو بچے کو دودھ بھی نہیں ملتا۔ یہ وہ نشانیاں ہیں جنکو ہر ہندوستانی کا گریز کرتی رہتی ہے اور آپ کے پیش نظر ہوں گی۔ لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ اپنی قوم کے ساتھ ان کا رویہ ہر طرح نہایت عمدہ ہے ہر فرد قومیت کے سانچے میں ڈھلا ہوا نکلتا ہے اور اپنے قومی مفاد کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ نقائص جو کچھ بھی ہوں انکی ادائی میں دانائی و ہوشیاری مطلب فہمی معاملہ رسی و استقامت کا بہت بڑا جزو شامل ہوتا ہے۔

یہ آپ کے تیسرے اور چوتھے سوال کا مکمل جواب ہے۔ آپکا پانچواں اور چھٹا سوال یہ ہے کہ ممبر کیسا ہونا چاہیے اسکی معرفت کہاں تک ہونی چاہیے اسکا چال چلن اور سیرت کیسا ہونا چاہیے۔ اور ساتواں سوال یہ ہے کہ ممبروں میں دیگر کونسی خوبیاں ہونی چاہئیں معلوم نہیں یہ سوالات آپ کے ہندوستانی ممبر سے متعلق ہیں یا انگریزی ممبر سے۔ جواباً اتنے کو کہہ سکتے ہیں کہ سب گنوں پورا ہونا چاہیے جسمیں کوئی دھوپا دیکھے درزی کی سوئی ہو گرہی اور کچھ اپ دونوں کو سیئے۔ ٹاٹ کی انگیا میں مونج کی بخیہ کرنے کی مہارت رکھتا ہو۔ موم کی ناک ہو۔ تھالی کا بیگن ہو ڈھال پانسا ہو۔ زود فریب زود فراموش۔ بھولا ہو۔ نادان ہو بے غیرت ہو تنے اکڑے بڑے خوشامد اور دب جانے دم دبائے۔ کم سخن ہو۔ نیم دہن ہو۔ رئیس ہو۔ ناز پروردہ ہو۔ بے خبر ہو۔ سند کا خر ہو۔ زمانہ کی ہوا نہ لگی ہو۔ کیا معنی کہ کونسل کے تھیلے میں ان صفات کے کئی ایک مرزا منش موجود ہیں۔ اور یہ کام انہیں سے چل رہا ہے۔ جنکی تاریخی معلومات کا یہ حال ہے مرتی مغل کے بل کو اکبر کی یادگار بتلاتے ہیں مذہبی معرفت اس درجہ ہے کہ نہ حج کی نماز کی ایک سو ساٹھ رکعتیں گنواتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

مولانا پنچ کی نوٹ بک

(بحضور رضا القد مارد)

ہندوستانیوں نے لاکھ لاکھ کوششیں کیں کہ شراب خوری کا علاج موقوف ہو مگر ان بیچاروں کا بس نہ چلا۔ مکمل پھیلا ہوتا جاتا تھا۔ قسطنطنیہ میں جب ترکی قوت بحال ہوئی تو اس نے مذہبی حیثیت سے شراب کی تجارت کو ناجائز قرار دیا بھٹیاں ویران کیں کلوار خانے اُجاڑ دے۔ اس پر شراب بیچنے والی قوموں کو غصہ آیا کہ غل مچانے کہ صاحب یہ کیا اندھیر ہے بھلا سردی کے حملے سے کیونکر بچاؤ ہوگا۔ خوب خوب انگڑائیاں لیں جمائیاں آئیں آخر کچھ کچھ رعایت حاصل کرلیں کمبخت ہے کا مرگ شراب خوروں کا بس نہیں چلتا جہاں

جاد ضبط ہو رہے ہیں۔ سرمدی کا مادہ بارود ہے
دشمن رو اعضا شکنی کا ہے ہاتھ بدست [illegible] میں ہے۔

کسی ظریف اخبار نویس نے مسٹر راجگوپال اچاریہ سے پوچھا کہ فرض محال معلوم نہیں اگر آپ وائسرائے مقرر ہو جائیں تو کیا کریں۔ آپ نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں اس کے لائق نہیں پھر بھی اگر میں وائسرائے بنایا جاؤں تو ساری کونسل کو کھدر کی وردی پہناؤں اور بجٹ مباحثہ کے وقت بھی ان سے چرخا کتواؤں اپنا ایک مسلمان نائب مقرر کروں اور جتنے فوجی آرڈیننس بنے گئے ہیں سب کو منسوخ کر دوں۔ ظریف نے کہا: اگر آپ کے شرکائے کار اور کونسل اس تجویز پر راضی نہ ہوں تو؟ مسٹر راجگوپال نے جواب دیا کہ تو پھر بوریا بستر باندھ کے جیل چلا جاؤں اور اپنے بجائے کوئی مناسب جانشین تجویز کروں۔

وہ ہمارے اچاریہ صاحب کی بھی وہی مثل ہوئی کہ ایک مومن جلاہے کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھے بیٹھے خیال فرمانے لگے کہ اگر میں نے شادی کی تو بہو کو کہاں رکھوں گا۔ کنوئیں کی جگت وسیع تھی آپ نے کسی قدر جگہ زینت ہونے کے لیے خالی کی پھر ذہن میں آیا کہ اگر اس نے بچہ جنا اور وہ جوان ہوا تو وہ کہاں سوئے گا۔ اب کسی قدر اور پیچھے سرکنا چاہا مگر خیالی شیطان نے پھر تنگی دکھائی یعنی خیال پیدا ہوا کہ لڑکے کی شادی ہو [illegible] کی بہو ہو [illegible] تو کہاں رہے گی۔ اب کی جو کھسکے تو کنوئیں میں جا رہے دھماکا ہوا آس پاس کے لوگ دوڑے رسی لا کے حضرت کو نکالا حضرت جو نکلے تو لگے پھوٹ پھوٹ کر رونے "ہاں کیوں روتے ہو" یہ جواب دیا کہ کنوئیں میں گرے تو اس کا غم نہیں آنکھوں کے دیکھتے دیکھتے سارا گھر کنوئیں میں ڈوب گیا۔ اے حضرت جب آپ وائسرائے بن جائیں گے تو پھر آپ کے اختیارات بھی ویسے ہی وسیع ہوں گے جیسے لارڈ ریڈنگ کے۔ کیا آپ کو حق ہو گا کہ ملک کے مسول کی طرح کونسل کی گردن مروڑ کے اپنی تجویزیں منوائیں۔ یا چرخہ کاتنے والوں کھدر پہننے والوں سے اپنی کونسل کو بھر لیں۔ آپ نے اتنی سی بات پر ناک کا [illegible] فاش کیوں کر دیا۔

محترم! معلوم ہوا کہ گورکھپور کے بابو [illegible] ایل ایل بی جنہوں نے [illegible] کونسل کے ممبر بننا چاہتے ہیں۔ یار لوگوں نے فہرست امیدواران میں آپ کا نام ہی درج نہیں کیا۔ آپ نے وہ معنی کر دہ خواست دی تھی اب جواب ملا ہے کہ آپ امیدواری [illegible] ہوا کہیئے آپ امیدواری کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ واہ یہ معقول ترکیب ہے۔ اگر یہی دلیل درست ہے تو پھر ہر جگہ ایسی کونسل گڑھنی پڑے گی جس کے اعضا مشوروں کے ہم خیال ہو سکیں۔

ایک شکاری صاحب شیر کو تلوار سے قتل کرنے کی ترکیب لکھتے ہیں کہ میاں جس طرح بنے شیر کی دم تھام لو۔ وہ گردن گھما کے حملہ نہیں کر سکتا بس دم تھامتے ہی پیٹ میں قرولی بھونک دو۔ یہ ترکیب بھی معقول ہے مگر نئی نہیں ہے۔ کسی ہرن کے شکاری نے اس سے اچھی تجویز پیش کی تھی جو مقبول نہیں ہوئی یعنی ایک موم کی گولی ہرن کے ماتھے پر لگاؤ جب دوپہر کو دھوپ میں گولی پگھلے اور موم آنکھوں میں بھر جائے تو آنکھیں بند کر وہ ہرن کو پکڑ لو۔

ایک سرکاری نمک حلال کا فقرہ اخبار نے ہماری نسبت اپنی یاوہ گوئی کا تھوڑا سا ثبوت دیا تھا ملک کے بعض معزز و محترم جماعۃ مثلاً انجمن [illegible] دستکار نے ان نمک حلال صاحب کی اچھی خدمت کر دی انکی عنایت کا شکریہ ہے۔ ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ

تمھیں برا نہ چاہیے جو گزر کر جائے
جیسے گھر کا [illegible] جلایا جائے

اس باحیا و باغیرت عجیب الطرفین کو اپنے دل کی حسرت نکال لینے دیجیے۔ اور ہاں ملک میں ایک ایسا پرچہ ضرور ہونا چاہیے جسے [illegible] کر دینے کا فخر حاصل ہو۔ چاہے [illegible] حضرات تسلیم کریں یا نہ کریں مگر بچارے کو خود تو جینے کا سہارا ہو جائے۔

ہو کا شاکسی طرح [illegible] سے نہیں نکلتا۔ کہ ترک ضرور عراق پر قابض ہو جائیں گے۔ ہمیں اپنی فوجیں عراق سے واپس بلا لینی چاہئیں۔ اگر ہم نے عراق سے قدم ہٹایا تو [illegible] نہیں رہے گا۔ اس غریب [illegible] کے یہ بھی ہوا ہے کہ مسٹر [illegible] نے موصل اور سلیمانیہ تک ریلوے بنانے کا ٹھیکا لے لیا ہے ہم اس ٹھیکہ کو باطل قرار دیتے ہیں مگر منطقی دلیل بطلان سے کام نکلنا بہت دشوار ہے۔ موصل تک ترکوں کا قدم پہنچ گیا تو انگلی پکڑتے ہی پہنچا پکڑ لیں گے یعنی بغداد اور بصرہ۔ اے بغداد و بصرہ انکی دست برد سے محفوظ نہ رہے گا۔ ہاں یہ صحیح ہے منطقی دلائل کیسے ہی بدیہی الانتاج ہوں قابل قبول نہیں ہوتے۔ بیچارے ترکوں نے کیسی [illegible] کے مسئلہ پر جب کہا تھا کہ تیرے جگر میں میری خراش کا تخمینہ قابل تسلیم نہیں تو کسی نے ترکوں کی بات پر کان نہ دھرے۔ دیکھنا چاہیے اب اس منطقی دلیل بطلان کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں کہ ہاں بھلی ہم نے ہندی مسلمانوں کی ناراضی مول لی مگر موصل نہیں چھوڑا۔ عراق میں حکومت برطانیہ کا حق ادا کرتے رہے۔ لڑائیاں ہوئیں خونریزی ہوئی مگر موصل نہیں چھوڑا بدنام ہوئے مگر موصل نہیں چھوڑا گالیاں کھائیں مگر موصل نہیں چھوڑا۔ آخر اس سے ہندوستان اور [illegible] کے گھر میں میری خراش کا حق نہیں رہ گیا یا نہیں۔ اگر اس کا یہ جواب ہے کہ "پھر ہم کیا کریں کیا اپنی غرض سے کیا۔ ان کھیڑوں کو تم جانو۔ ہمیں ان سے کیا مطلب" تو معلوم نہیں ان سے کیا جواب باصواب دیا جائے۔ انتظار کیجیے۔

دی آنریبل راجہ صاحب بہادر محمود آباد سرکاری طور پر اودھ لائی کو بغرض تشریف لیجانے والے تھے بعض معززین شہر نے دعوت کا سامان [illegible] کیا تھا مگر اتفاقاً آپ کے خسر صاحب دنیا سے رحلت کر گئے سامان دعوت ضائع نہیں ہوا۔ ہمارے سیدھے سادھے کمشنر مسٹر [illegible] وقت پر پہنچ گئے برف کی قلفیاں اور آم سب [illegible]۔



قریب الوقوع اثر

ترک خان" چلا جاؤ۔ ڈبل چال

مسٹر فرانس" ارے رے ابھی سے"

ماموں سام" ہانا شدنی"

جھپو

نمبر ۳

بقیہ ۶ جولائی ۱۹۲۳ء

پھر اُس پر بھی ناک سیدھی نہیں ہوتی۔ لے کال اودھر بڑھاؤ زیادہ نہ شرماؤ۔ اے ہے تم تو بالکل گیگلے ہو۔ نوج اتنی شرم تو ہندوستان کی نئی بیاہی دلہنیں بھی نہیں کرتیں۔"

میں دل میں دعا مانگ رہا تھا۔ یا اللہ کسی نجات دینے والے فرشتے کو بھیج تیرا جھپو جان سے جاتا ہے۔ آج یہ بڑھیا بغیر عصمت دری کے مانے گی نہیں۔ ایک گارڈ آیا میں نے اسکی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ وہ مسکرایا اور چل دیا۔ ہائے خدا ترس اوے۔ میں نے بس جی ہی جی میں اسکی ناولدیت کے کیچڑ میں غوطہ دیا مگر اسکی مدد سے ہاتھ اٹھایا۔ تو کیسا مرد ہے۔

بڑی بی: "لاؤ اپنا سر میرے کندھے پر رکھ دو۔ معلوم ہوتا ہے تم تھک گئے ہو۔ تمھیں آرام کی بہت ضرورت ہے۔"

میں بیچارا کیونکر انکار کروں۔ محبت کے جواب میں نفرت! مجھ سے تو ممکن نہیں۔

بڑی بی: "پیارے بچے منہ سے بولو سر سے کھیلو۔ نیند آئی ہو تو میرے گھٹنے پر سر رکھ کے سو رہو۔"

اُس نے زبردستی شانہ میں لپیٹ رکھا۔ گو نیند کہاں صرف شرم نے ہوش سے کھو دیے تھے۔ بڑی بی نے منہ بڑھایا اور بشاشت سے مضر عشق و محبت پر بوسہ کی مہر لگا دی۔ لاکھ لاکھ منع کیا۔

.... شکریہ!....

مگر وہ کس کی سنتی ہیں بوسے میں سڑے ہوئے خمیری آٹے کی بو آئی۔ ناک سڑ گئی۔ معلوم ہوتا ہے مصنوعی دانتوں کا چوکا آٹھ سات روز سے دھویا نہیں گیا تھا۔ ابکائی آئی ضبط کی تاب نہ رہی ہاتھ جو اچھالتا ہوں عینک پر پڑا نیلی عینک گری اور گرتے ہی اسکے جینیوی تالوں سے پیٹ سے اندر اصل پڑا یعنی مصنوعی آنکھ گاڑی کی سطح پر گر کے لڑھکتی ہوئی نشستگاہ کے نیچے چلی گئی۔ بڑی بی کی آغوش محبت سے بچ کے میلے پٹے میں گرا۔ خالہ جی تو ہی ہوگی۔ بوکھلاہٹ کا جلوہ جو بڑی بی کے دانت حلق میں تو نہیں مگر باہر نکل پڑے۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت۔ بڑی بی نے مجھے چھوڑا آنکھ اور دانت کی تلاش یا چہرے کا نگار چھپانے پیچھے جھکیں۔ میں بھی کپڑے جھاڑ کے اٹھا۔ اتنے میں اسٹیشن بھی آ گیا۔ جھٹ سے پٹ کھولے اور دوڑ شروع کر دی۔ پاؤں میں موچ آ گئی مگر رکا نہیں۔ لنگڑاتا ہوا ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا۔ مسافروں کے ہجوم میں بڑی بی مجھے گرفتار نہ کر سکیں۔

گھبراہٹ نے اسوقت خوب مدد کی درخت بھی خوب گھیر گھار کا مل گیا۔ ریل برسات کی لنگڑی گھوڑی کی طرح رینگتی۔ ٹانگ کی موچ نے تین گھنٹہ تک جگہ سے ہلنے نہ دیا۔ پہر بھر کے بعد لنگڑاتا ہوا نزدیک کے گاؤں گیا ہونچا۔ اسٹیشن قریب ہی تھا واپسی کا ٹکٹ لیا۔ اور اپنے گھر کی راہ لی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ صحیح سلامت گھر پہنچ گیا۔ اماں اور ابا اکیلے اکیلے چائے پینا چاہتے تھے کہ میں کمرے میں داخل ہوا۔

ابا: "کیوں جلدی سفر ختم ہو گیا؟"

اماں: "لے آؤ بیٹھو۔ چائے پیو۔"

میں: ہزار دفعہ توبہ کرتا ہوں اب کبھی باہر جانے کا قصد نہ کروں گا۔ چاہے گھر میں مر رہنے کی جھیلوں گا۔"

اماں: "کچھ کہو تو سہی کیا کیسے کیا آئے۔"

میں: "اماں کچھ نہ پوچھو تمھارے بچے کے لیے ساری دنیا تنگ ہے۔ نہ گھر میں آرام ہے نہ باہر آسودگی۔ اس تھوڑے سے وقفہ میں جو سانحے پیش آئے انھیں میرا دل ہی خوب جانتا ہے۔ تمھارے بچے پر ایک تمھاری ہم سن بڑی بی کی رال ٹپک پڑی۔ زبردستی شادی کرنے پر آمادہ ہو گئیں آخر بڑی مشکل سے انکو جھکائی دے کے بھاگا۔ ....

اس واقعہ کو چار دن گزر گئے پانچویں دن کھانے کی میز پر ہم سب بیٹھے تھے کہ چپراسی نے ایک مہر بھرا سا لفافہ دیا۔ ابا نے اسے کھول کے پڑھا۔ کچھ مسکرائے۔ کچھ انکھیوں سے میری طرف دیکھا۔ اماں نے پوچھا کیا ہے؟ ہنس کر کہا کچھ نہیں ایک نیا شگوفہ ہے صاحبزادے جہاں جاتے ہیں ایک گل کھلا کے آتے ہیں۔ لو دیکھو یہ ایک وکیل کا نوٹس ہے۔

"مسٹر ظلو صاحب!"

نہایت ادب سے ملتمس ہوں کہ میری موکلہ مس امیلیا سلیمن کے ساتھ آپ کے صاحبزادے مسٹر جان ظلو نے معاملہ شادی میں بدعہدی کی ہے۔ میری موکلہ نے مجھے ہدایت کی ہے کہ مقدمہ سپرد عدالت کیا جائے۔ لہٰذا اس نوٹس کے ذریعہ سے میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ آپ کا صاحبزادہ ابھی قانوناً بالغ نہیں ہے اسکے افعال کی ذمہ داری آپ کی ذات پر عائد ہوتی ہے۔ دعوے بارہ ہزار ڈالر کا ہے لیکن اگر آپ چاہیں تو قبل از چارہ جوئی عدالت ایکہزار ڈالر پر تصفیہ ممکن ہے۔

میں ہوں آپ کا خیر سگال

ولیم بلیک بارایٹ لا۔ پشتون

نیویارک

اماں: "یہ کون لگتا ہے؟"

میں: "اماں تمھاری جان کی قسم میں اسکے نام سے بھی واقف نہیں ہوں۔ صرف دو گھنٹے ریل گاڑی پر ساتھ ہوا تھا۔ وہ خود زبردستی شادی کرنے پر آمادہ تھی۔ میں نے شرم کے مارے اسکی کسی بات کا جواب نہیں دیا بھاگ کھڑا ہوا۔"

میری حالت متغیر ہو گئی۔ ہاتھ پاؤں کانپنے لگے پسینہ بہنے لگا چہرہ زرد ہو گیا۔ ابا منہ پر رومال رکھے کھل کھل کھل ہنس رہے تھے۔

ابا: "خیر تم نہیں واقف ہو مگر میں اسکے ہتھکنڈے خوب جانتا ہوں۔ جب میری شادی تمھاری اماں کے ساتھ ٹھہری تھی تو اکثر نیلوں جانے کا اتفاق ہوتا تھا اسوقت مس امیلیا کی عمر تیس سال کی تھی اور یہ مجھ سے لگاوٹ کی باتیں کیا کرتی تھی۔"

اماں: "تو یہ کہیے:۔

"باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا" وہی مثل ہوئی۔ "اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔" آگ لگاؤں عشق بازی کے منہ کو۔ میرے بچے کو ملی مٹنا چاہتی ہے۔ لے بنی بنائی معشوق جان کھو دیکے نہیں

تو بڑی ہوگئی؟

ابا :- تم ناحق رنجیدہ ہوتی ہو۔ میں اس ضیا کو ابھی خط لکھتا ہوں۔ اس مقدمہ میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ مسٹر کو جو حال اس نے بتایا اس نے وہی نوٹس میں لکھ دیا"

اماں :- جی ہاں - دو کلیانہ بجالا صدقہ گئیں بھلا؟ اس ٹانگ پر مہر بجو کرے کو دیکھے اور اس موئی بیچ ڈائن کو دیکھیے۔ وہ بیٹا تجھے بھی تو کس پہ پتی ہاں!

میں :- اماں جھوٹ واللہ بالکل جھوٹ۔ بھلا میں اسپر کیا بچھوں گا تم شکل دیکھو تو ڈر جاؤ"

ابا :- رو کے کیوں ہلکا جاتا ہے میں جانتا ہوں تیرا قصور اسمیں کچھ نہیں ہے وہ مردار خود ہی بڑی میسنا ہے"

خدایا تیرا شکر۔ اگر ابا جارحن ہوکے اس ڈائن کے مقدمہ میں دخل نہ دیتے اور پھر ہی سے حکم دیتے ہیں جبر رخصت کر دینے کا لیں جاتا تو کیا قیامت ہوتی۔ اے جان غضب میں پڑجاتی۔ یا بارہ ہزار ڈالر کی ڈگری ہوجاتی تو نقصان عظیم برداشت کرنا پڑتا۔ ابا شفقت دیتے دیتے جینا دو بھر کردیتے۔ مگر یہ ہے تو بڑا کا رسلاؤ

بیرسٹر ہوسون کے ابال میں کسقدر سکون ہوا۔ دوکان پر پہونچا تو دل باغ باغ ہو رہا تھا ایک عورت نے بال جمانے کا مسالا مانگا۔ میں نے خوش وقتی میں پرسیں والے کیا۔ چار بجے کیا دیکھتا ہوں کہ بی صاحب سر پر پٹی باندھے چلی آتی ہیں۔

بیگم صاحب :- خدا تم سے سمجھے مسٹر فلٹر تم بھی کیسے کڑنگ آدمی ہو غضب خدا کا نجس سر پر ملوا دیا۔ اول تو گھوڑے میں گو کی بو آرہی تھی دوسرے بال سر کی کھال میں ایسے جمے کہ ناج مچھوڑا ہے مجبور تھے ذکل سارے بال نوچنا پڑے۔ سر بھر لہو لہان ہوگیا۔ خدا کی مار تمھاری گھبراہٹ پر آگ لگے تمھارے منہ کو جیسا مجھ کو تم نے منڈی بنایا ہے بس کیا کوسوں۔ سر پر چار یاری رومیہ بیچنے والیوں کی طرح رومال باندھے پھرتی ہوں"

میں :- سر گنجے سے بھی گھونگر اچھا بنتا ہے مگر ذری گرم پانی سے دھو ڈالتیں تو یہ مصیبت نہ ہوتی"

بیگم صاحب :- دور بھی ہو گھوڑے گاڑدی۔ آیا وہاں سے چند بلائے، بنکھروالوں کے سرشاں سرپرس لگا۔ اُنھیں کو اسکی قدر ہوگی۔ وہی شکل ہے تو گھی تارن بانس کی تمری ہو

میں :- معاف کرو مجھ سے غلطی ہوئی؟

بیگم صاحب :- قربان کی تھی آپ کی معافی - ہم تو منڈے ہوگئے۔ آپ نے معافی مانگ کے چھٹی پائی"

آٹھواں باب

آنکھیں سینکیں غیر اور اپنا دل مضطر جلے
واے بے دردی کوئی تاپے کسی کا گھر جلے

آخر وہی ہوا جس کا ہمیشہ سے دھڑکا تھا۔ بل میری گولڈ اور فرڈ ہنکوپ! ہا در یوم !!! والو ولا قوۃ یہ تو نہیں اگر عورت کے منھ پر ناک نہ ہو تو کیا ہے عورت کا کچھ اعتبار نہیں کہ محبت گھڑی بھر میں پہلے کی طرح کی بدل جاتی ہے میں نے کیا کیا دکھ نہیں سہے مگر سے

مرمٹے ہم تو بسا دیں تیری
کچھ نہ ٹھہرے نگاہ میں تیری

ہمیری کہیں بی فلانہ تو سے اندھیر کہا نہیں کچھ نہیں یہ بھی اپنے نصیبوں کی خوبی ہے۔ ہاے میری شرم ! تو نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ وہ جیسا کی اسوقت سے میری طرف متوجہ تھی جب میں اسکول چھوڑ کے پہلے پہل گھر آیا تھا۔ لیکن مثل مشہور ہے "ایک خطا دو خطا تیسری خطا در بخشا" فرڈ ہنکوپ کا پاؤں لگام میں نہیں الجھا۔ مگر گو میا میں ٹکیاں نہیں لگائیں۔ اسنے کوئی نہیں نگلی وہ میز کے پیچھے نہیں چھپا۔ اس نے افیم نہیں کھائی۔ بس الیونا سلیمن نے اسکو زک نہیں دیا۔ پھر وہ کیوں اپنے مقصد میں کامیاب نہوتا۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اگر مجھ سے اس قسم کی خطائیں سرزد نہوتیں تو آج بل میری گولڈ کے بازو میرے گلے کا ہار ہوتے اب سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں۔ بھاری پتھر چوم کے نہ چھوڑوں تو کیا کروں۔ بی بی ! ا یہ کہ کچھ نوب کے لیے ولن کو خیر باد کہوں مگر بس ابھی تحسین نے رو سبق پڑھایا ہے کہ قدم گھر سے باہر نکالنے کی جرات نہیں ہوتی۔ اگر کمبخت کہیں بی بی کی طرح تاک لگائے بیٹھی ہوئی تو ایک بار دستاویزی ثبوت نکاح کا پیش کر سکے گی۔ کچھ نہیں۔ آپ بیٹے اور اپنا گھر چلا۔ جو آفت پڑے گی ہم جھیلیں گے دو ہی سکی ٹھوکر کھائے سے دل نہ ہرے گا تو تم کو مجھ بھی پاکٹ پچا۔ اے اللہ کن آنکھوں سے دیکھوں بل میری گولڈ صاحب نہیں، وہاں کو ساتھ لے کے گودام میں آئی ہیں۔ چادر گرا بھی جا گر جوڑی بیٹر کی چادر دکار رہے ہیں میرے ہاتھ پاؤں رشک کے مارے کانپ رہے ہیں پیشانی پر بل ہے مگر مجبور ہوں۔ چادریں تکیہ کے غلاف تو لیے رومال لگی ہے اُنکی چیزیں سامنے ڈھیر کر رہا ہوں۔ گودام بہت بڑا ہے کا نٹک کو ہر ایک سل کی چیز مل جاتی ہے

ماں :- دیکھو بیٹی اطلس کے بٹے چیز پسند کرنا جب میں تمھاری طرح جوان تھی تو ہمیشہ اچھی سے اچھی چیز مول لیتی تھی"

میں :- یہ دو لیس انجھوتی میں۔ یہ منگوا دو مسالا"

خریداری کو حساب پڑھ گیا۔ وہاں نے خیال کیا کہ میں حساب میں آگیا ہوں خود بل تیار کرو اور فرمائشیں پوری کرنے گئے۔ مگر ٹکھیوں سے میرے چہرے کو دیکھتے جاتے تھے شاید میرے دلی رنج کو وہ بھی تاڑ گئے -

ابا :- فلٹر تم مسز جمشید کے واسطے شکریہ دو نگا وکرمیرے کمرے میں ان حضرات لیڈیوں کی فرمائش پوری کرتا ہوں۔ ہاں مس میری گولڈ۔ بارہ گز ریشمی کپڑا تکیے کے غلافوں کے واسطے۔ ۴ گز ریشمی قیطون اور ۔۔۔۔۔۔"

میں گودام کی دوسری جانب گیا۔ ڈیڑھ سیر شکر قند ایک چھوٹی لڑکی نے آدھ سیر صابون مانگا وہ بھی دیا ایک لڑکا ٹوکری لیے آیا۔ اس نے ایک درجن انڈے مانگے وہ بھی دیے (خوب ہم) مگر لا کھ جست کو دوسری طرف دیکھ کر تا تھا پھر بھی کان میں دیر تک بل میری گولڈ نیکر کے ہوتے تھے۔ وہ کہتی تھی

مرض ہیضہ سے حفاظت و تقویت دینے والے ...

... شدید ... خوراک ... حالت ... کیسی ... ہونی ... بجلی ... ہے ... مرض میں ... جو ہر شخص ... کا ہونا ... ہے ... فی شیشی کلاں عہ خورد ۸

حب فاذ زہر

دستور حکما ے متقدمین کا ہے اور ... کے ... کی ... اصلاح کے ساتھ ... تمام زہریلی ... ہے قیمت فی درجن عہ

فہرست کلاں طلب فرمایئے مفت روانہ ہوگی

امراض وبائیہ و بالخصوص ہیضہ بچنے کے تدابیر

اطبائے دواخانہ معدن الادویہ کا بیش بہا مشورہ

۱- ہوا دار روشن ... مکان میں رہنا جس میں دھوپ و ہوا کافی گذر ہو۔

۲- گرد و کثافت - کیچڑ و نمی سے مکان کو صاف رکھنا۔ دن میں دو مرتبہ گندھک - نیم کی پتی - لوبان - صندل - کافور - ناگرموتھا - برگ ترنج - برگ جھاؤ وغیرہ کا جلانا۔

۳- کافور کا ہر وقت اپنے پاس رکھنا اور سونگھنا - صندل - سیب - گل نیلوفر - پیاز - نارنج - دونا - ... وغیرہ کا پاس رکھنا اور سونگھنا۔

۴- سرکۂ خاص ۱۰ ماشہ جوانوں اور بوڑھوں کو اور ۳ ماشہ سے ڈیڑھ ماشہ تک بچوں کو روزانہ صبح کو پلایا جائے - زہرمہرہ خطائی ایک رتی - ناریل دریائی ۲ رتی - مغز ... ایک رتی کا روزانہ تھوڑے سے گلاب میں گھس کر پینا یا پانچ تیلیاں ... کی ۳ عدد کالی مرچ پیس کر پینا۔

۵- کثرت سے جماع - زیادہ محنت و ریاضت - دھوپ میں چلنے اور شب بیداری سے پرہیز کریں۔

۶- ... کا استعمال ... جو ... سے ...

۷- ثقیل و موسمی ترکاریاں و ثقیل مثل اروی - آلو - بیگن - کدو - امرود - کیلہ - ککڑی - خربزہ - کیلا - پھوٹ - کھیرا - چنے کی دال - ماش کی دال - ہری مرچ - ... مچھلیاں ... غرضکہ تمام دیر ہضم و بادی اشیا سے سخت پرہیز کریں۔

۸- ... اور ... قسم کے ... خیالات ... سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

۹- ... مریض کی تیمارداری میں بھی کافی احتیاط ... تیماردار و عیادت کرنے والے ... مریض کا گھر صاف ... مریض کے کپڑے ... صاف ... فوراً معالج ... سے رجوع کی جائے۔

ہر قسم کا طبی مشورہ بلا کسی فیس کے حاصل ہو سکتا ہے

منیجر دواخانہ معدن الادویہ - وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ۔

امراض وبائیہ و ہیضہ سے حفاظت رکھنے والے معدہ کو تقویت دینے والے مجرب ادویات

حافظ طاعون و ہیضہ

یہ دوا امراض وبائیہ میں تقدم بالحفظ کے لیے استعمال کی جاتی ہے خصوصاً فصلی طاعون میں ... مفید ہے، اسکے استعمال سے زہریلی ہوا کا اثر ... نہیں ہوتے ... قیمت فی شیشی کلاں ... خورد ۱۲

عرق ہاضم ترش

یہ عرق ہیضہ ... سے حفاظت کرتا ہے ... غذا کی خرابی ... ورم جگر - استسقا ... نفع کرتا ہے - پیٹ کے ... پیٹ کے درد کو دور کرتا ہے ... فی شیشی کلاں ... خورد ۱۲

اپنا پتہ و نام صاف لکھیے اخبار کا حوالہ ضرور دیجیے

ایک فلسفی یعنی

مرحوم مولانا کرامت حسین سابق جج ... کی ... مصنفات ... تصنیف ... جس نے اردو زبان کو علمی زبان بنا دیا ہے ... آدمی ... زندگی کی قیمت ... جاتی ہے۔

علم الاخلاق ... جلد قیمت مع محصول ڈاک ...... عہ

افراد کا ... ۱۲

الدین ... مذہب و سائنس ...

امور عامہ ... فلسفہ عقل ... ۱۲

نام ... کمیشن ... دیا جائے گا۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مونث مذکر وید ودیا

دولت، راحت، تندرستی، و آبادی نسل کی ... بتلانے والی کتاب وید ودیا ۲۸ صفحہ کی ... تک ... جس کو ... زبانوں میں ... لاکھ کاپیاں ... تقسیم کر چکے ہیں اور ... صرف ایک پوسٹ کارڈ ... مفت بھیجی جاتی ہے جلد منگائیے اور مطالعہ کر کے فیض اٹھائیے

ملنے کا پتہ

راج وید نارائن جی کیشوجی ہیڈ آفس
جام نگر کاٹھیاوار - برانچ بمبئی - کلکتہ - مدراس

شرائط ایجنسی

(۱) ... روپیہ ... پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ ... ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائے گی

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی۔

(۴) بحساب ... فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور ... کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

علاوہ ... کے ... ہونے چاہیئے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ

(۱) مجلد ... اودھ پنچ ... کی ... جلد میں ... قیمت ... فی جلد ...

(۲) جلد ... کے ... ان ... میں ... کے ... مضامین ... کو ضرور طلب کرنا چاہیئے ... علاوہ محصول ڈاک

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ